Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:6 (1975)

تعارف و تبصرہ

سیرت یعقوب و مملوک : پروفیسر مولانا محمد انوار الحسن شیرکوٹی

ناشر : مکتبہ دار العلوم کراچی ۔ صفحات : ۲۴۰ ۔ قیمت : پندرہ روپے پچھتر پیسے ۔

یہ کتاب انیسویں صدی عیسوی کے اسلامی ہند کی ان دو جلیل القدر ہستیوں کی سوانح حیات پر مشتمل ہے جنہوں نے اپنے دور میں اسلامی تعلیم اور اسلامی علوم و فنون کی شمع کو ان نازک اور نامساعد حالات میں روشن رکھا جب ہندوستان پر انگریزی استعمار اپنے تمام کرّ و فر اور جملہ حشر سامانیوں کے ساتھ اپنا تسلط قائم کر چکا تھا، اور ہندوستان کو ایک مکمل عیسائی ریاست بنا دینے کی کوششیں سرکاری اور غیر سرکاری پیمانہ پر ہو رہی تھیں ۔ ایک طرف کمپنی کی حکومت (ابجدہٗ انگریزی حکومت) پے در پے ایسے قوانین جاری کر رہی تھی جن کا واحد مقصد ہندوستان کے صدیوں سے بنے بنائے معاشرہ کو توڑ پھوڑ کر ایک نیا مسیحی نیم مغربی معاشرہ بنانا تھا ۔ دوسری طرف لاتعداد عیسائی پادری مبلغین اور اساتذہ تعلیم، تبلیغ، خدمتِ انسانیت اور اس طرح کے دوسرے عنوانات سے عیسائیت کا پرچار کر رہے تھے ۔ ان حالات میں جو مسلم علماء صورت حال کا مقابلہ کرنے کے لئے اُٹھے ان میں استاذ العلماء مولانا مملوک علی صاحب صدر شعبہ علوم شرقیہ دہلی کالج اور ان کے جلیل القدر فرزند مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی صدر مدرس دار العلوم دیوبند نمایاں مقام رکھتے تھے ۔

مسلم ہندوستان کے تقریباً تمام جیّد علماء کی طرح ان دونوں باپ بیٹوں کا علمی تعلق بھی حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے ہے ۔ مولانا مملوک علی صاحب نے اسلامی علوم و فنون کی تعلیم مولانا رشید الدین خان صاحب دہلوی سے حاصل کی جو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب دہلوی کے اجل تلامذہ میں سے ہیں ۔ خود شاہ عبد العزیز صاحب سے بھی مولانا مملوک علی صاحب نے تبرکاً چند اسباق پڑھے ۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے بھی اپنے والد کے علاوہ ولی اللہی سلسلہ کے دوسرے اکابر علماء سے کسب فیض

کیا۔ حدیث آپ نے دہلی کے مشہور محدث شاہ عبدالغنی صاحب سے پڑھی۔ شاہ عبدالغنی، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے تھے، ان کے اور حضرت مجدد کے درمیان صرف چھ واسطے ہیں۔ شاہ صاحب نے علوم کی تکمیل بیشتر ولی اللہی خاندان کے بزرگوں کے سایۂ عاطفت میں کی۔

فاضل مؤلف نے نہایت محنت اور تحقیق کے ساتھ ہر دو بزرگوں کے حالات کا استقصاء کیا ہے۔ دہلی کالج میں مولانا مملوک علی صاحب کی پروفیسری اور مولانا محمد یعقوب صاحب کی طالب علمی کے حالات بھی خاصی تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ یہ کالج ۱۸۲۵ء میں مدرسہ غازی الدین کی بنیادوں پر قائم ہوا تھا اور مسٹر ٹیلر اس کے پہلے پرنسپل تھے۔ اس کتاب میں دہلی کالج سے متعلق تفصیلات پڑھنے سے اس بہت بڑی تاریخی غلط فہمی کی تردید ہو جاتی ہے کہ ہندوستان میں علماء نے مغربی علوم و فنون کی مخالفت کی یا یہ کہ سب سے پہلے سر سید احمد خان نے مسلمانوں کو انگریزی تعلیم کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی۔ انگریزی کی اہمیت تو انگریزی قبضہ کی تکمیل سے بھی پہلے اپنے وقت کے امام الہند شاہ عبدالعزیز نے محسوس کر لی تھی جس پر ان کا شہرہ آفاق فتویٰ متعلقہ زبان انگریزی شاہد ہے۔ دہلی کالج کے علاوہ بھی دوسرے متعدد کالج ہندوستان میں موجود تھے جہاں جدید علوم و فنون کی تعلیم ہوتی تھی، مسلمان بچے بھی وہاں تعلیم حاصل کرتے تھے اور کبھی بھی علماء نے ان کی مخالفت نہ کی۔ سیرام پور بنگال میں ۱۷۹۳ء سے، آگرہ کالج ۱۸۲۳ء سے، اورینٹل سیمنری ۱۷۹۹ء سے اور فورٹ ولیم کالج ۱۸۰۰ء سے کام کر رہا تھا اور ۱۸۳۵ء سے انگریزی بھی بطور لازمی مضمون کے پڑھائی جا رہی تھی۔ انہی اداروں میں تعلیم پا کر ڈاکٹر وزیر خان جیسے فاضل اور دردمند مسلمان پیدا ہوئے تھے۔ ان تفصیلات سے یہ بات بالکل غلط ثابت ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کو مغربی تعلیم کی اہمیت کا احساس دلانے کا سہرا سر سید کے سر ہے یا یہ کہ علماء نے مغربی علوم کی مخالفت کی تھی۔ سر سید کی مخالفت کے وجوہ بالکل دوسرے (اور ایک حد تک یقیناً حق بجانب بھی) تھے۔

آگے چل کر ایک باب میں مؤلف نے مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بعض فقہی تحقیقات اور فتاویٰ بھی نقل کئے ہیں، ان سے موصوف کی فقیہانہ حیثیت کا اچھا اندازہ ہو سکتا ہے۔ ان میں بعض مسائل ایسے بھی ہیں جو آج تک ہمارے اہلِ علم کے مابین مختلف فیہ ہیں۔ اس باب میں کچھ تحریریں

سے مولانا کی وسعتِ ظرف اور روا داری کا بھی پتا چلتا ہے۔ تصوّرِ شیخ کے عنوان سے جو تحریر ہے (ص ۱۶۲) اس سے ایسی بہت سی غلط فہمیوں کی تردید ہو جاتی ہے جو تصوّرِ شیخ کے عام نظریہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

کتاب کے آخر میں مولانا محمد یعقوب صاحب کے شعری اور ادبی ذوق کا ایک اچھا جائزہ لیا گیا ہے۔ مولانا اردو، عربی اور فارسی میں اعلیٰ درجہ کے شعر کہتے تھے۔ اُردو اور فارسی میں گمنام تخلص کرتے تھے۔ مشتے نمونہ از خروارہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ شاعرانہ تعلّی، تغزل، غنائیت اور اسلامی نقطۂ نظر کو کس خوبی سے یکجا کیا ہے۔ ایک غزل کا مقطع ہے:

ہم نے گمنامؔ وہاں پاؤں جمائے اپنے — پا فرشتے کا بھی جس جا پہ پھسلتا دیکھا

ایک مثنوی کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔ جذبۂ بے اختیار شوق اور بیتابیِ عشق کا مضمون باندھا ہے:

کس کی حسرت کروں رہا کیا ہے — غم کروں کا ہے کا گیا کیا ہے

پھر وہی اضطرابِ دل کا ہے زور — ایک سینے میں پھر مچا ہے شور

چشم جاری جو کر دے چشمۂ خوں — مصرعِ عشق خوب ہو موزوں

شعر و شاعری کے ضمن میں خاصے کی چیز مجاہد تھانہ بھون حافظ ضامن صاحب تھانوی شہید کا سراپا بھی ہے۔ اس کے علاوہ ایک نعتیہ قصیدہ (اُردو)، چند فارسی نعتیں اور غزلیں اور ایک عربی قصیدہ سلطان عبدالحمید خان کی مدح میں بھی دیکھنے کی چیزیں ہیں۔

کتاب کا معیار طباعت اچھا ہے، کاغذ بھی عمدہ اور سفید ہے۔ قیمت بھی آج کل کے نرخ کے حساب سے مناسب ہی معلوم ہوتی ہے۔ (محمود احمد غازی)

تعمیرِ ملّت

: مصنف : خواجہ عبدالحکیم انصاری

ناشر : قاسم سنز، انار کلی، لاہور۔ کتابت : معیاری۔ طباعت : آفسیٹ۔ کاغذ: سفید۔ صفحات : ۴۸۳۔ مجلد۔ اشاعت : ۱۹۷۴ء۔ قیمت: پندرہ روپے (خاص ایڈیشن : بیس روپے)

زیرِ تبصرہ کتاب کا موضوع مندرجہ ذیل سوال ہے :